نعت کے جدید رنگ

جاذب قریشی

عبید

نعت کے جدید رنگ

جاذب قریشی

بھوپال انٹرنیشنل فورم
آئی۔۹۹، بلاک۔۲، پی ای سی ایچ ایس، شاہراہ قائدین، کراچی

نعت کے جدید رنگ

جاذبؔ قریشی

بھوپال انٹرنیشنل فورم
آئی-۹۹، بلاک-۲، پی ای سی ایچ ایس، شاہراہ قائدین، کراچی

چند اہم باتیں

پیدائش	۳، اگست ۱۹۴۰ء (بھارت)
خاندانی نام	محمد صابر
قلمی نام	جاذبؔ قریشی
بچپن	لکھنؤ (یوپی بھارت)
آمد پاکستان	۱۹۵۰ء لاہور (پنجاب)
ثانوی تعلیم	پنجاب یونی ورسٹی، لاہور
آمد کراچی	۱۹۶۲ء (سندھ)
ایم اے	۱۹۶۸ء جامعہ کراچی
پیشہ	تعلیم و تدریس سرکاری کالجز، کراچی (سندھ)
ادبی صحافت	سب ایڈیٹر (دس سال) جنگ گروپ آف نیوز پیپر، کراچی

○○○

نعتیہ کتاب	نعت کے جدید رنگ
تخلیق کار	جاذبؔ قریشی
کمپوزنگ	اسعد ہاشمی 8123380
سرورق	عبیدالرحمان
اہتمام	بھوپال انٹرنیشنل فورم، کراچی
پریس	
قیمت	

موجودہ عہد کے ایک اہم نعت نگار

حفیظ تائبؔ کے نام

حفیظ تائب نے طویل زمانے تک تسلسل کے ساتھ سیرت طیبہ کے طاقوں میں منفرد چراغ جلائے ہیں ان کی عقیدتیں بڑی گہری اور ان کی محبتیں بڑی سچی ہیں۔ ان کے اسالیب میں علمی و تاریخی سطحیں اُبھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں لیکن ان کے وجدان کی شدت اور ان کی روح کا گداز آبگینے کو پگھلا دیتا ہے۔

○

سائبان

زرد پرچھائیوں میں جلوں کب تلک
مجھ کو زندہ اُجالوں کی تصویر کر

روشنی، رنگ، خوشبو مجھے چاہیے
تو انہیں میرے خوابوں کی تعبیر کر

چاہتا ہوں مجھے تو ادھورا نہ رکھ
میری تکمیل میں چاہے تاخیر کر

جن کو آتے ہیں صورت گری کے ہنر
ان ستاروں میں مجھ کو بھی تحریر کر

میری پرواز کو تازہ امکان دے
مجھ کو بے نام رستوں کا رہگیر کر

جھوٹ آسیب ہے تو گرفتار ہو
میری آواز کو عکسِ زنجیر کر

مجھ کو سچائیوں کی علامت بنا
اور اپنے صحیفے میں تحریر کر

لوحِ جاں

تیرے سب حرف —
اجلے ستاروں کی تحریر بن کر چمکتے رہے
شب نگاروں پہ کرنوں کے طائر چہکتے رہے
تیری گویائی —
تازہ گلابوں کی خوشبو بنی
اور شعورِ سماعت سے
پتھر کا سینہ دھڑکنے لگا
تیری آواز تھی روشنی کا سفر
برف پگھلی تو سورج چمکنے لگا
تو نے صحرا کی اڑتی ہوئی ریت کے درمیاں
بے چراغاں زمینوں پہ گھر رکھ دیے
عکس جلتی ہوئی دھوپ میں بھی چمکتے رہے
تو نے بے رنگ مٹی میں اپنے ہنر رکھ دیے
تیری چھاؤں میں زخمی ہرن آ گئے
تو نے دریا میں پیاسے بھنور رکھ دیے

روشنی کا دریا

حسینؑ زخموں کی وہ عبارت
کہ جس کے اُجلے بدن کی زندہ حرارتوں میں
چمک رہے ہیں.........
ستارہ و ماہتاب و خورشید کے وہ چہرے
جو زندگی کا ثبات بھی ہیں
گواہ بھی ہیں..........
وہ استعارہ ہے بے خزاں موسموں کا
جس کے شہید سینے میں
خونچکاں روشنی کا دریا چمک رہا تھا
زمین اس کے بدن کے اطراف گھومتی تھی
اور آسماں تھا..........
کہ اس کے رنگِ قبا میں گم تھا
وہ کربلا میں تھا..........
اور آوازِ حق کی صورت پکارتا تھا

کہ شب نگار و............

تمہارا ہونا بھی اور نہ ہونا بھی ایک جیسا ہے
جان لوتم............
کہ اپنی پرچھائیوں میں جلتے رہو گے
لیکن......نہ بجھ سکو گے
وہ آزمائش کی دوپہر تھی
کہ آسماں کی فصیل سورج کی شدتوں سے پگھل رہی تھی
منارۂ جسم وجاں میں ہر سانس جل رہی تھی
زمین پیاسی تھی............
اور دریا غبارِ سیماب بن گیا تھا
وہ ایک عکسِ عظیم تھا
جو خدا کی آنکھوں سے پڑھ رہا تھا
بریدہ جسموں کی آیتوں کو
گلاب چہرہ جراحتوں کو
لہو سے لکھی ہوئی مثالی حکایتوں کو
سیاہ صحرا میں آئینے کی چٹان تھا وہ
منافقوں میں صداقتوں کی اذان تھا وہ

حمد

بھلا کر تجھ کو جینا اس قدر دشوار ہو جائے
کہ میرا عکس خود میرے لیے تلوار ہو جائے

زمیں سے آسماں تک ہر غبار اُجلا دکھائی دے
تری وحدت کا اندازہ اگر اک بار ہو جائے

جن آنکھوں نے ترے خوابوں سے اپنے سلسلے جوڑے
وہ جس پتھر کو دیکھیں آئینہ بردار ہو جائے

بہت جلتا ہوں اپنے شعلہ بے معنویت میں
جو تو چاہے مرا آتشکدہ گلنار ہو جائے

تری آواز شہرِ جسم و جاں سے یوں گزرتی ہے
کہ جو امکان ہے وہ روشنی آثار ہو جائے

اگر تو دھوپ کے صحرا کو اپنی چھاؤں پہنا دے
تو اک طائر اُڑے اور آسماں کے پار ہو جائے

سفر میں تیری چاہت کا اُجالا ساتھ ہے ورنہ
چلوں جس رہ گزر وہ رہ گزر دیوار ہو جائے

نعت

آئینے ہم نے دیکھ لئے صبح و شام کے
سب عکس بے مثال ہیں خیرُ الانام کے

وہ لوگ سیلِ وقت سے آگے نکل گئے
چلتے رہے جو دستِ شفاعت کو تھام کے

دشمن لہو کو امن کی پوشاک کر دیا
خنجر تمام توڑ دیئے انتقام کے

اُنؐ کو پکار کے بڑی آسودگی ملی
وہؐ جانتے ہیں رنگ شکستہ کلام کے

سورج کے رنگ ماہ و ستارہ کے آئینے
موسم وہاں عجیب ہیں دیوار و بام کے

دہلیز مصطفیؐ کی طلب میں چلا ہوں میں
میں نے بجھا دیئے ہیں چراغ اپنے نام کے

جن کو شعورِ ذات ملا ہے حضورؐ سے
دروازے ان پہ کھل گئے شہرِ دوام کے

کوئی خدا کو دیکھنا چاہے تو دیکھ لے
چہرے پر اُنؐ کے عکس ہیں حسنِ تمام کے

بجھتے نہیں کبھی جو سیہ آندھیوں میں بھی
وہ سب چراغ ہیں رہِ گردوں مقامؐ کے

لہجے عداوتوں کے وہؐ منسوخ کر گئے
آواز کو سکھائے ہنر احترام کے

اُنؐ کی محبتوں کے لیے عمر چاہیے
جاذبؔ یہ راستے نہیں دو چار گام کے

نعت

ستارہ بن کے رہوں بے کنار ہو جاؤں
جو تو ملے تو اندھیروں کے پار ہو جاؤں

تبسموں کے اُجالے شفاعتوں کے حرم
مجھے بلا کہ میں تجھ پر نثار ہو جاؤں

بدن کا نور بھی تو ذات کا شعور بھی تو
تجھے نہ یاد کروں تو غبار ہو جاؤں

وہ انقلاب جسے تیری زندگی نے لکھا
میں پڑھ سکوں تو گلِ نو بہار ہو جاؤں

میں ایسی خاک کہ خوشبو کی پیاس ہے مجھ کو
خدا کرے میں تری رہگزار ہو جاؤں

میں اپنے عہد کا صحرا ہوں مجھ کو حسرت ہے
ترے حضور گروں آبشار ہو جاؤں

وہ ایک عکس مری دھڑکنوں میں اُترے تو
میں اپنے آپ میں خود بے شمار ہو جاؤں

تری طلب میں چلوں اور خود کو گم کر دوں
میں چاہتا ہوں کہ بے اختیار ہو جاؤں

مجھے بھی اپنی محبت کے حرف سکھلا دے
کہ میں بھی آئینہ اعتبار ہو جاؤں

خیال و خواب سے آگے تجھے پکارتا ہوں
کہ ہر سفر میں ترا انتظار ہو جاؤں

مری طلب کے مصور مجھے وہ صورت دے
کہ دھوپ میں شجر سایہ دار ہو جاؤں

نعت

صداؤں میں اک صدا محمدؐ — نہیں کوئی دوسرا محمدؐ

وہ زندہ مٹی وہ تازہ سورج — وہ میرے ارض و سما محمدؐ

وہ بے خزاں موسموں کے گھر ہیں — جدھر ہیں چہرہ نما محمدؐ

ازل ابد کو ملانے والا — بنا گئے راستا محمدؐ

غبار کو آئینہ بنایا — سو کہیے صل اعلیٰ محمدؐ

مکاں پکارا کہ لامکاں تک — ہیں جسم و جاں کی دعا محمدؐ

گمان و امکان سب ادھورے — ہیں اعتبارِ خدا محمدؐ

چراغ اندھیرے میں جل گیا ہے — کہ میں نے دل پر لکھا محمدؐ

جہانِ آواز و عکس و خوشبو — کتابِ رنگ بقا محمدؐ

نعت

پڑھتا ہوں آسمان و زمیں کی نگارشات
اک تیری ذات میں سمٹ آئی ہے کائنات

مجھ کو خود اپنے ہونے کی تمثیل مل گئی
تیرا گواہ میں ہوں کہ تو ہے مری شناخت

سب عکس تیری روشنیوں کے سفیر ہیں
ہر عہد کے شعور میں زندہ ہے تیری ذات

تو نے کہے جو لفظ وہ ہیں زندگی بدوش
تیرے عمل سے پیدا ہوئے تازہ تجربات

دیکھو تو آدمی کو خدا سے ملا دیا
سوچو تو آسماں سے زمیں کا ہے ارتباط

جو تیری رہگذار کے جاروب کش ہوئے
خوش رنگ آئینوں کا ہنر بن گئے وہ ہات

مہتاب و آفتاب کے کشکول بھر گئے
چہرے کی طرح دن ہے تو گیسو کی طرح رات

میرے نصیب سے تری دہلیز دور ہے
لیکن ترا خیال تو رہتا ہے میرے سات

سادہ ورق پہ نعت کے الفاظ آ گئے
آسانیوں سے ہار گئیں میری مشکلات

میں اپنا خوابِ عشق ترے پاس لاؤں گا
تیرے سوا کوئی نہیں سمجھے گا میری بات

ہشیار اے دریدہ دہن! یہ حضورؐ ہیں!
آواز میں ادب رہے لفظوں میں احتیاط

نعت

مثالی آئینے ہیں آئینے خورشیدؐ رحمت کے
کہ سارے عکس اُجالوں کے ہیں سب چہرے محبت کے

غبارِ جاں کو اُجلے موسموں کے رنگ پہنائے
انھوںؐ نے اندھیرے ہی بدل ڈالے عداوت کے

وہ جس نے عرش پر لوح و قلم کی پرورش کی ہے
محمدؐ اک علامت ہیں اسی زندہ حکایت کے

سرِ غارِ حرا وہ ایک چہرہ اس طرح چمکا
کہ اپنے پاؤں پر خود گر پڑے آذر جہالت کے

خدا اور آدمی دونوں انہیںؐ آواز دیتے تھے
زمیں سے آسماں تک تھے سفر اُنؐ کی سماعت کے

خیال و خواب کی راہوں میں رہتا ہے چراغاں سا
عجب موسم ہیں مکے سے مدینے کی مسافت کے

مجھے اس شہر کے رستوں میں کھو جانے کی خواہش ہے
کہ ہیں گمنامیوں کے درمیاں امکان شہرت کے

حدِ امکانِ یزداں تک وہی اول وہی آخر
کہ خال و خد کہیں ملتے نہیں اُنؐ کی شباہت کے

یہ سوچا ہے کہ اس دہلیز پر میں خود کو چھوڑ آؤں
مجھے درکار ہیں کچھ روز و شب اُنؐ کی اجازت کے

نعت

سفر میں چاند کو دیکھا زمیں دیکھی خلا دیکھا
مگر آنکھوں نے جب اُن کو نہیں دیکھا تو کیا دیکھا

چمکتی خواہشوں کے رنگ ہیں دہلیز پر جس کے
شب و روز اس شکستہ گھر کا دروازہ کھلا دیکھا

لہو کی روشنی زخموں کی خوشبو غم کا پیراہن
اس آئینہ بدن کو زندگی کا آسرا دیکھا

وہ آواز احترامِ زندگی کے عکس لائی ہے
ہزاروں سال انسانوں نے جس کا راستا دیکھا

مدینہ اور مکہ ایک ہی تصویر کے رُخ ہیں
وہ چہرہ جس نے بھی دیکھا خدا کا آئینا دیکھا

جو اُن کی چھاؤں سے باہر کہیں آباد رہتا ہے
وہ شہر جسم و جاں بارش میں بھی جلتا ہوا دیکھا

خدا اور آدمی کے درمیاں سب رابطے اس کے
وہ اک چہرہ کہ جس کو سب نے سب کا آشنا دیکھا

اندھیرے ریزہ ریزہ ہو گئے جس کی صداؤں سے
لبوں کو اس کے جب بھی دیکھا مصروفِ دعا دیکھا

جو پرچھائیں کو آئینہ بنا دیتا ہے اے جاذبؔ
زمیں پر میری آنکھوں نے اک ایسا بھی دیا دیکھا

نعت

زمیں سے آسمانوں تک یہی مذکور ہے لوگو
کہ عہدِ مصطفیؐ ہر عہد کا دستور ہے لوگو

جسے آتا نہیں اسمِ محمدؐ کو بھلا دینا
وہی تو اک قبیلہ عشق میں مشہور ہے لوگو

سرِ دروازۂ انسانیت وہ عکس اُترا ہے
کہ جس کے سامنے خورشید بے مقدور ہے لوگو

ہوا کے دوش پر روشن پرندے اُڑتے رہتے ہیں
مدینے کا اُجالا ہے کہ عکسِ طور ہے لوگو

جو خوشبو بن کے تازہ کر گیا ہے ذہنِ انساں کو
وہی لہجہ تو ہر رخ سے ہمیں منظور ہے لوگو

صدائے بولہب تو ہے سیہ شعلہ عداوت کا
اک آوازِ بلالیؓ ہے کہ رنگ و نور ہے لوگو

اسے لے جا کے دہلیز محمدؐ پر بٹھا دینا
محل میں رہنے والا شخص اگر مغرور ہے لوگو

اَنا کی آگ میں سنگِ بدن جلتا ہی رہتا ہے
جو خود میں گم ہوا ہے وہ بہت مغرور ہے لوگو

جسے لوح و قلم نے چہرۂ بے مثل لکھا ہے
وہی تو آئینہ سازی کا اک منشور ہے لوگو

نعت

زخموں کی قبا ہو کہ گلابوں کی ردا ہو
وہ رنگ ملے صلِ علیٰ جس پہ لکھا ہو

مٹی کو اجالوں کے ہنر تو نے سکھائے
تو ہم سے بچھڑ جائے تو ہر سمت خلا ہو

یہ انفس و آفاق یہ شہرت یہ زمانے
اس شخص کو کیا چاہیے تو جس کو ملا ہو

آندھی کے سفر میں جو کوئی تجھ کو پکارے
سورج سے زیادہ ترا نقشِ کفِ پا ہو

بجھ جاؤں اگر پیراہن عشق کو بدلوں
جل جاؤں اگر ذہن تجھے بھول گیا ہو

اس کو ترے رستوں میں گھنی چھاؤں ملے گی
جو شخص کسی دھوپ کے صحرا میں جلا ہو

میں بھی کسی خورشید صفت لمحے کو دیکھوں
اور یوں کہ ترے شہر کا دروازہ کھلا ہو

تو گہرا سمندر ہے میں اک موجِ شکستہ
مجھ سے تری پہچان کا حق کیسے ادا ہو

ہر عہد سے آگے تری آواز کا پرچم
وہ زندہ رہے گا جو ترے ساتھ چلا ہو

نعت

جس سے زندہ ہے سفر قرآن کا
وہ ستارہ بن گیا امکان کا

جس نے صحرا میں لگائے ہیں شجر
وہ سہارا ہر شکستہ جان کا

اس کا چہرہ ہے کہ روشن آئینہ
یا سنہرا عکس ہے گلدان کا

چاند سورج ہیں مرے دیوار و در
اک وہی گھر ہے مرے ارمان کا

جس نے پرچھائیں کے ٹکڑے کر دیئے
وہ ستارہ میرے روشن دان کا

جو اندھیروں میں چراغاں کر گیا
میں قصیدہ ہوں اسی احسان کا

جس نے میرے جسم و جاں زندہ کیے
وہ حوالہ ہے مری پہچان کا

روشنیاں

شہر مکہ سے اک آواز اٹھی
بے کراں موجِ صبا ہو جیسے
ایک آئینے میں عکسِ کونین
ایک چہرہ کہ خدا ہو جیسے

اُنؐ کے سب حرف ستاروں کی طرح
ذہن کو روشنیاں دیتے ہیں
اُنؐ کے خوابوں کی عبارت پڑھ کر
لوگ خورشید بنا لیتے ہیں

زیست کی راہ میں کتنے فرعون
سنگِ ظلمات کی دیوار بنے
شب کے صحراؤں میں اک میرے نبیؐ
تیشۂ صبح کی جھنکار بنے

کتنے مغرور خداؤں کے خدا
اک نظر سے ہی پگھل جاتے تھے
کتنے گرتے ہوئے مجبور بدن
اک تبسم سے سنبھل جاتے تھے

شہرِ علم

جلتے بجھتے روز شب میں
تیرا رستہ مل جائے تو
بے چہرہ برفاب بدن بھی
خالی آنکھیں، پتھر ہونٹ شکستہ ہاتھ بھی
تازہ سورج بن کر جی اٹھتے ہیں
مجھ کو بھی تو روشنیوں میں زندہ رہنے کی خواہش ہے
میں جنگل میں گھرا ہوا ہوں
اپنے خوابوں کے امکاں پر..........
آنسو کی تحریریں لکھ کر سوچ رہا ہوں
لوحِ جاں کو چاہنے والے لوگ امر ہو جاتے ہیں
نام محمدؐ کا لے کر..........
صحرا بھی شجر ہو جاتے ہیں

صدیقِ اکبرؓ

ازل ابد سارے عہد جس کے

وہ ایک چہرہ..........

خدا کے محبوبؐ کا وہ چہرہ

جو بے خزاں موسموں کی خوشبو کو آنکھوں میں اُتارتا ہے

وہ ایک لہجہ..........

کہ جس نے پتھر سماعتوں میں

شعور و احساس کے سنہرے شجر اُگائے

وہ حرف جس کی صداقتوں سے

وجود کے گھر میں روشنی ہے

وہ ایک آواز..........

آسماں سے زمین تک کے سفر میں سچائیوں کی دہلیز پر کھڑی ہے

اسیؐ نے ایک دن کہا تھا یہ بھی

کہ میرا صدیقؓ اپنی چاہت کے اپنی دولت کے ہر حوالے سے معتبر ہے

وہ محسنوں میں عظیم تر ہے
سوائے اللہ کبھی کسی کو میں دوست اپنا اگر بناتا
تو اپنے صدیقؓ کو بناتا.........
وہ دھوپ ہو الجھنوں کی یا پھر.......... تھکن ہو کوئی
وہ سانپ کاٹے کہ زخم گہرائیوں میں اُترے
گلاب اپنی جراحتوں میں کھلا ہوا تھا
دریارِ ہجرت سے فتح مکہ تک
ایک لبیک کا تسلسل ہے
جس میں صدیقؓ کی صدائیں چمک رہی ہیں
کچھ اتنا سچا تھا عشق ان کا
کہ بچپنے سے ہی..........
طاقِ جاں میں چراغ سا ایک جل رہا تھا
سیاہ صحرا پگھل رہا تھا

فاروقِ اعظمؓ

وہ ہاتھ کتنے عظیم تھے
کتنے معتبر تھے
جنہوں نے............
سچائیوں کی سطوت کو لکھنا چاہا
تو اپنے خالق سے اس کو مانگا
جو زندہ لہجہ تھا عظمتوں کا
جو عکس خورشید جسم و جاں تھا
جو بے خزاں تھا............
دعاؤں کا کم سخن پرندہ
زمین اور آسماں کے تازہ سفر سے پلٹا
تو ایک چہرہ چمک رہا تھا
تمام صحرا دمک رہا تھا

/ عثمانؓ غنی

سچے خوابوں سے محبت کر گئے
وہ اجالوں کی تلاوت کر گئے

موسمِ گل سے لہو کے رنگ تک
ہر دعا وہ بے شکایت کر گئے

شمعِ عشقِ مصطفیٰؐ روشن رہی
وہ اندھیروں سے بغاوت کر گئے

بے ادب اور بے خبر تھے وہ جنہیں
عشق کرنا تھا، عداوت کر گئے

جو زمیں کو آسماں سے جوڑ دے
وہ کچھ ایسی ہی عبادت کر گئے

وہ تھے اک صورت گر آئندگاں
روشن اپنی ہر عبارت کر گئے

خوشبوؤں کے درمیاں رہتے تھے وہ
خود کو پھولوں کی علامت کر گئے

زندگی کا بے خزاں موسم تھے وہ
ان کے سب عکس اپنی شہرت کر گئے

طاعتِ رب اور خیال بے کساں
وہ شریعت میں طریقت کر گئے

پتھروں کے شہر میں آئے تھے وہ
اور ہیروں کی تجارت کر گئے

ان کا چہرہ میرے آئینے میں ہے
وہ مجھے بھی خوبصورت کر گئے

علیؓ مرتضیٰ

میں کشکول بکف آیا ہوں شہر علم کے دروازے پر
قسمت کا میں شہزادہ ہوں شہر علم کے دروازے پر

سورج چاند ستارے اپنی اپنی روشنیوں میں گم ہیں
میں جگنو بن کر اُڑتا ہوں شہرِ علم کے دروازے پر

پتھر جیسی آنکھوں میں بھی رنگ و عکس اُتر سکتے ہیں
اس تمثیل کو میں سمجھا ہوں شہرِ علم کے دروازے پر

تیز ہواؤں سے لڑتا ہوں میں تو شعلہ بن کر لیکن
آنسو بن کر گر پڑتا ہوں شہر علم کے دروازے پر

جو حرف و آواز کے ہر موسم میں زندہ رہ جاتی ہیں
میں وہ تحریریں لکھتا ہوں شہر علم کے دروازے پر

میری زخمی آنکھوں میں تو سیہ غبار کے روز و شب تھے
سورج سے میں آن ملا ہوں شہر علم کے دروازے پر

اک آواز آگاہی والی گھر پر دستک دے جاتی ہے
گہری نیند سے لوٹ آتا ہوں شہرِ علم کے دروازے پر

دنیا والوں نے مجھ کو کیا زخم دیئے کیا رسوائی دی
میں تو سب کچھ بھول گیا ہوں شہرِ علم کے دروازے پر

پرچھائیں کو آئینہ جیسی روشنیاں دینے والے سن
میں بے چہروں کا چہرہ ہوں شہرِ علم کے دروازے پر

میری عمر کو اپنے اندازوں سے جوڑ کے مت رکھنا تم
میں تو صدیوں سے زندہ ہوں شہرِ علم کے دروازے پر

روشنیوں کی راہگذر سی میرے گھر تک بچھی ہوئی ہے
میں تو ایک بے خواب دیا ہوں شہرِ علم کے دروازے پر

جن میں اللہ اور علیؓ دونوں ہی دوست محمدؐ کے ہیں
میں وہ آئینے پڑھتا ہوں شہرِ علم کے دروازے پر

میرے پیاسے جسم و جاں نے دھوپ کا صحرا پار کیا ہے
شاید میں دریا جیسا ہوں شہرِ علم کے دروازے پر

طلب کا رنگ

حسینؓ تیرے مقدس لہو کی خوشبو کو
جواں جواں سے ارادے سلام کرتے ہیں
حسینؓ تیرے خیالوں کی دھوپ چھاؤں میں
نئے نئے سے اجالے کلام کرتے ہیں

تری طلب کا ہر اک رنگ اپنی صورت میں
چراغ شہر نگاراں ہے آدمی کے لئے
تری صدا نے اندھیروں کے پاؤں کاٹے ہیں
ترا وجود ہے ہر تازہ روشنی کے لئے

ترا شعور، ترا بانکپن، ترا جذبہ
ستارہ و مہ و خورشید کی بشارت ہے
تری نظر نے جسے پیار سے پکارا تھا
وہ زندگی کی چمکتی ہوئی عبارت ہے

ہزار ظلم کی سنگینیت بڑھی لیکن
تری جبیں سے وفا کی عبارتیں نہ مٹیں
عداوتوں کے سفر میں شکستہ ہو کر بھی
ترے بدن کی مقدس حرارتیں نہ مٹیں

ترے حروف کبھی ٹوٹ کر نہیں بکھرے
تجھے چمکتے ہوئے سورجوں نے لکھا ہے
نفس نفس تری آواز سن رہے ہیں ہم
ورق ورق تجھے روشن دلوں نے لکھا ہے

ہمیں بھی پھول ملیں یا فصیلِ سنگ ملے
حسینؓ تیرے طلب گار ہی رہیں گے ہم
ہزار جبر سہی ہم پہ شب نگاروں کے
صداقتوں کے پرستار ہی رہیں گے ہم

حسنؓ حسینؓ

حسنؓ حسینؓ کو چاہیں ہم سب چاہیں خدا رسولؐ
سیہ چٹانوں میں روشن ہیں ان کے تازہ پھول
ان کے تازہ پھول
چاہیں خدا رسولؐ

میرے نبیؐ نے ان کو بتائے جسم و جاں کے راز
پتھر موسم دیکھ رہے تھے رنگوں کی پرواز
مٹی کے آنگن میں اُتری خوشبو کی آواز
خدو خالِ بتولؓ
ان کے تازہ پھول

میرے نبیؐ نے ان کو دکھائے ہمت کے وہ رنگ
ریزہ ریزہ ہو کر بکھرا رستے کا ہر سنگ
کوئی اندھیرا کر نہیں سکتا روشنیوں سے جنگ
دھول رہے گی دھول
ان کے تازہ پھول

میرے نبیؐ نے ان کو سکھایا سچائی سے پیار
کالی آندھی میں وہ کر گئے لہو کا دریا پار
ساری آنکھیں ان کو دیکھیں ہر دل کی وہ پکار
زندہ ان کے اصول
ان کے تازہ پھول

حسنؓ حسینؓ کو چاہیں ہم سب چاہیں خدا رسولؐ
سیہ چٹانوں میں روشن ہیں ان کے تازہ پھول

دعا

وفا لباس اُجالوں کے رنگ رنگ ہنر
مرے وجود کی پہچان بن کے زندہ رہیں
کہ جسم و جاں مرے امکان بن کے زندہ رہیں

صبا مثال تکلم کی نرم چھاؤں میں
چراغ بن کے جلوں اور جگمگاتا رہوں
غموں کی دھوپ میں اک سائباں بناتا رہوں

خدا کرے کہ نہ ہو کوئی مجھ سے رنجیدہ
نہ کوئی حرف شکایت مرے لبوں کو ملے
خزاں کے شہر میں بھی موسم گلاب کھلے